اسلامی بلاک۔۔۔۔۔اقبال کی نظر میں

آغا یمین

آج جب کہ پندرھویں صدی ہجری کا سورج طلوع ہو رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام میں بھی ایک نئے باب کا آغاز ہو رہا ہے آج ہمیں چاروں طرف تمام اسلامی ممالک میں ایک اضطراب اور اجتہاد کی کیفیت دکھائی دے رہی ہے۔۔۔کہیں پاکستان اور بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر ہے تو اہل عرب اور اسرائیل کے درمیان مسئلہ بیت المقدس دراصل یہ کوئی علاقائی جنگ نہیں بلکہ ایک نظریاتی جنگ ہے جس کی بین دلیل یہ ہے کہ مسئلہ بیت المقدس محض اہل عرب اور اسرائیل کے درمیان جنگ نہیں بلکہ بیت المقدس مسلمانوں کے قبلہ اول ہونے کی حیثیت سے پورے اسلامی ممالک کا مسئلہ ہے اسی طرح افغانستان میں روس کی جارحیت اور توسیع پسندی کے خلاف افغان مجاہدین کا جہاد فی سبیل اللہ ایک نظریاتی جنگ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے درمیان اس اضطراب و اجتہاد کی لہر کا محرک مفکر اسلام اقبال ہے، جن کی دوررس نگاہ نے آنے والے دور یعنی عصر حاضر کی عکاسی، ایک پیش گوئی کی صورت میں ''جواب شکوہ'' میں پہلے ہی سے کر دی تھی انہیں معلوم تھا کہ ایک روز عالم اسلام کے چمن میں خون شہدا کی لالی گل بر انداز ہو گی اور جب بہار آئے گی تو گلستان اسلام ہر قسم کے خش و خاشاک

سے خالی ہو جائے گا، اور یہ پیشین گوئی اس وقت صحیح ثابت ہوگی جب کہ عالم اسلام کے گردوں کا رنگ عنابی ہوگا تو پھر سمجھیے کہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے اس کا اظہار علامہ اقبال نے یوں کیا ہے:

دیکھ کر رنگ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل بر انداز ہے خون شہدا کی لالی
رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے!

پھر اس کی وضاحت یوں بھی کی:

امتیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محروم ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں
سینکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
سینکڑوں بطن چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

نخل اسلام کو برومندی کا نمونہ بنانے کے لیے لازم تھا کہ پہلے اقبال ملت اسلامیہ کے راہ گم کردہ منتشر ہجوم کو اکٹھا کرتے، پھر ایک بانگ درا کے توسل سے انہیں ایک منظم کارواں کی صورت میں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی رہ نمائی کرتے

لہذا انہوں نے ایسے ہی کیا۔

''پیام مشرق'' میں لالہ طور کے عنوان سے قطعہ نمبر 140 میں اقبال نے اس کا اظہار یوں کیا ہے:

عجم از نغمہ ہاے من جواں شد
ز سودایم متاع او گراں شد
ہجومے بود راہ گم کردہ در دشت
ز آواز درایم کرواں شد

یہاں عجم سے مراد محض ایران نہیں ہے بلکہ تمام اسلامی ممالک شامل ہیں

عصر حاضر کی اسلامی دنیا میں جو ''اسلامی بلاک'' کا رجحان

---

1 ''کلیات اقبال اردو'' (''بانگ درا'': ''جواب شکوہ'' ص 205

2 ''کلیات اقبال فارسی'' (''پیام مشرق'': ''لالہ طور'' ص 241

دکھائی دے رہا ہے اس کے محرک بھی اقبال ہی ہیں اس میں شک نہیں کہ اقبال کا ذہن ابتدائی دور میں قومیت کے مغربی تصور یعنی نیشنلزم سے متاثر رہا، لیکن پھر بالغ النظر ہونے کے بعد انہوں نے فکر ملی اسلام کے زیر اثر اس قومیت یا وطنیت کے مغربی تصور سے کنارہ کشی کر کے واضح طور پر اتحاد ملی اسلامی کا پیغام دیا ہے اگر ہم علامہ اقبال کے افکار و اشعار کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ تقریباً 1910 سے لے کر 1930 تک تو یہ کیفیت رہی، لیکن 1930 کے بعد کی شاعری جو انہوں نے اکثر و بیشتر فارسی میں کی وہاں اقبال کی بالغ نظری کا پتا چلتا ہے

اس امر کی تصدیق خود علامہ اقبال کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے 1931 میں ''بمبے کرانیکل'' (Bombay Chronicle) کے نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے دیا: (18 ستمبر، 31 دسمبر 1931)

''There is no doubt that my ideas about nationalism have undergone a definite change. in my College days I was a zealous Nationalist which i am not now. the change is due to a maturer thinking. it is unfortunate that my later writings are all in persian which is little understood in this country'

ترجمہ: ''اس امر میں کوئی شک نہیں کہ قومیت کے بارے میں میرے خیالات میں قطعی نوعیت کی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے کالج کے زمانے میں میں پر جوش قوم پرست تھا، مگر اب ایسا نہیں ہے یہ تبدیلی پختہ سوچ کی بنا پر ہے بد قسمتی سے میری بعد کی تحریریں فارسی میں ہیں جو اس ملک میں نہیں سمجھی جاتی''

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے علامہ اقبال کے ذہن میں یہ تبدیلی واقع ہوئی دراصل وہ علامہ اقبال کو بھی اپنی بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے تبدیلی کرنا پڑی جب ہم اس دور کے سیاسی

---

3 ملاحظہ ہو Letters and writings of Iqbal ص 58

---

4 ترجمہ ڈاکٹر وحید قریشی، '' اقبال اور پاکستانی قومیت'' (لاہور مکتبہ

محرکات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو برصغیر پاک و ہند میں مسلم لیگ اور کانگریس کی باہمی کش مکش تھی تو دوسری طرف ترکیہ میں، خلاف کے خاتمے پر، اس دور کی خلافت کا تصور وہ نہ رہا تھا جو اسلام نے پیش کیا تھا لہٰذا اب لازم تھا کہ مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے مسلمان پہلے اپنی اپنی جگہوں پر خود مضبوط ہوں، پھر اپنی اپنی ریاستوں کو مضبوط کر کے عالمی سطح پر متحد ہوں اس صورت میں سید جمال الدین افغانی نے جو ملت اسلامیہ کو اتحاد عالم اسلمی کا تصور پان اسلامزم (Pan.islamism) کی صورت میں پیش کیا تھا علامہ کے لیے ایک نئی معنویت رکھتا تھا لہٰذا اقبال نے نہ صرف اسے دل سے قبول کیا بلکہ اس کی ترویج وتوسیع بھی کی اقبال کے اردو کلام میں بالعموم اور فارسی کلام میں بالخصوص اس کا اظہار عام ملتا ہے مثلاً ''رموز بے خودی'' میں ''ارکان ارساسی ملیہ اسلامیہ کے رکن اول'' توحید کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ملت ابراہیمی کی حیثیت سے ہماری ملت کی اساس کا انداز ہی اور ہے اور اس کی اساس ہمارے دل کے اندر مضمر ہے اگر چہ ہم مختلف قبیلوں، اور جغرافیائی اعتبار سے مختلف سرحدوں میں بٹے ہوئے ہیں، لیکن ہمارے دین اسلام کا رشتہ ایک ہی ہے جس میں منسلک ہونے کے بعد ہم ایک ہی ملت اسلامیہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں، یا یوں کہیے کہ ہم اس تیر خوش پیکان کی مانند ہیں جس کے دو حصے جدا جدا ہیں ایک تو تیر کا دستہ اور دوسرا تیر کی نوک، لیکن جب ان دونوں کو جوڑا جائے تو تیر خوش پیگان کی مانند ایک تیر ہی کہلاتا ہے، یعنی جب ہم کلمہ توحید کے رشتے میں منسلک ہو گئے تو

این و آن کی قید و بند سے آزاد ہو گئے تو پھر کیا عجمی ہو یا عربی، کالا ہو یا گورا، ایرانی ہو یا تو رانی، افغانی ہو یا پاکستانی، ہماری سوچ بھی ایک ہو گی، ہمارا دل بھی ایک ہو گا، ہمارا مدعا اور مال بھی ایک اور ہمارا طرز و انداز خیال بھی ایک ہو گا جب ہم میں ہم فکری اور ہم رنگی پیدا ہو جائے گی تو یقینی طور پر ہم خدا کی نعمت سے بھائی بھائی بن جائیں گے اور ایک زبان، ایک دل اور ایک جان ہو جائیں گے اس تمام فلسفہ اتحاد ملی اسلام کا اظہار علامہ اقبال نے یوں کیا ہے:

ما مسلمانیم و اولاد خلیل
از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل

ملت ما را اساس دیگر است
ایں اساس اندر دل ما مضمر است

تیر خوش پیکان یک کیشیم ما
یک نما، یک بیں، یک اندیشیم ما
مدعاے ما، مال ما یکے ست
طرز و انداز خیال ما یکے ست
ماز نعمت ہاے او اخواں شدیم
یک زباں و یک دل و یک جان شدیم

پان اسلامزم اور سید جمال الدین افغانی اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پان

اسلامزم کا محرک کون تھا؟ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ اس کی صورت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے؟

پان اسلامزم کا مفہوم۔۔۔۔ سب سے پہلے پان اسلام کا مفہوم پیش کرنا مناسب ہوگا پان (Pan) انگریزی کا لفظ ہے یہ اسم اور فعل دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے ڈبلیو ٹی کننگھم (W.T.Cunningum) نے The nelson contemporary english dictionary میں اسم کے اعتبار سے اس کے معنی فرائی پان یا ایک کٹھالی کے دیے ہیں جس میں سونا پگھلا کر اس سے میل اور ریت جدا کی جاتی ہے لہذا فعل کے مفہوم میں اس کے معنی ہلانے، صاف کرنے یا فلم یا ٹیلی ویژن پر کسی خاص موضوع کو سمجھانے کی خاطر فوکس یا کلوز اپ یعنی بڑا کر کے قریب سے دکھانے کے ہیں (ص 358)

لہذا اس اعتبار سے پان اسلامزم کا مفہوم خس و خاشاک کو دور کر کے خالص با عمل مسلمانوں کے اتحاد کی تنظیم کے ہوئے

---

5 ''کلیات اقبال فارسی'' (''رموز بے خودی'') ص 93

پین اسلامزم کے محرک سید جمال الدین افغانی تھے

اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ اس لیے کہ ترکیہ میں خلافت کے ختم ہونے پر ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جو تمام اسلامی ممالک کو، خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں، اسلامی فکر کے رشتے میں منسلک اور متحد کر کے ایک با عمل خلافت راشدہ کا احیا کر دے، اور پیغمبر آخر الزمان رسول مقبولؐ کے لائے ہوئے دین اسلام کو عملی طور پر نافذ کر کے ایک ایسا اسلامی بلاک قائم کیا جا سکے جس کی بنیاد

ارکان اساسی ملیہ اسلامیہ پر مبنی ہوں پھر یقینی طور پر خدا کی جانب سے اکملت لکم دینکم کی زیر سرپرستی چین اسلامزم کا یہ اسلامی بلاک ایک ایسی سپر پاور ہو گا جو فطرت انسانی کے مطابق نہ صرف خود راہ مستقیم پر چلے گا بلکہ تمام اقوام عالم کی رہ نمائی اور اعانت کرے گا۔

چین اسلامزم کا مشتبہ مفہوم لیکن ہوا یہ کہ ایک فرانسیسی صحافی نے اس کا مفہوم یہ لیا کہ چین اسلامزم کی یہ تحریک تمام مسلمان ممالک کو اکٹھا کر کے عیسائی مملکتوں کے خلاف ایک سازش ہے البتہ بقول علامہ اقبال کیمبرج یونیورسٹی کے آں جہانی پروفیسر براؤن نے اس کے اس مشتبہ مفہوم کی تردید کی تھی۔

مذکورہ ''بمبئے کرانیکل'' کے انٹرویو میں علامہ اقبال نے دسمبر 1931 میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے چین اسلامزم کی وضاحت نہایت واضح اور مدلل انداز میں یوں کی تھی:

But there is another sence in which the word should be used and it does contain the teaching of the quran. in that sence it is not a political project but a social experiament. islam does not recognise caste or race or colour. in fact islam is the out look on life which has really solved the colour question, at least in the muslim world, a question which modern

european civilization with all its achivements in science and philosphy has not been able to solve. pan islamism thus interpreted, was aught by the prophit and will live for ever.

---

2 دیکھیے Letters and writings of iqbal ص 55-57

اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر وحید قریشی نے یوں کیا ہے:

''لیکن اس سے ہٹ کر اسے ایک اور مفہوم میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مفہوم قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے اس صورت میں یہ کوئی سیاسی منصوبہ نہیں بلکہ سماجی تجربہ بن جاتا ہے اسلام ذات پات اور رنگ و نسل کے امتیازات تسلیم نہیں کرتا بلکہ یہ صرف اسلامی نقطہ نظر ہی ہے جس نے رنگ کے مسئلے کا کم از کم مسلم دنیا میں تو خاتمہ کر دیا ہے، جب کہ فلسفہ اور سائنس میں اپنی فتوحات کے باوجود جدید یورپی تہذیب اسی مسئلے کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے پین اسلامزم کی یہ تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عین مطابق ہے اور زندہ جاوید رہے گی۔''

علامہ اقبال کے مذکورہ بیانات کے مطابق یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ علامہ اقبال کے فکر نے وطنیت سے قومیت اور پھر قومیت سے فکر اسلامی کی منزل تک جو ارتقائی مراحل طے کیے ہیں وہ ان کی بالغ نظری کی بین دلیل ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی تدریجی فکری ارتقاء علامہ اقبال کے اردو اور بالخصوص فارسی کلام میں واضح نظر آتا ہے نہ صرف یہ بلکہ ان کی وہ تمام پیشین گویاں جو انہوں

نے ماضی، حال اور مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے کہیں آج کافی حد تک صحیح ثابت ہو رہی ہیں، مثلاً جب ان کی نگاہ ماضی میں خلافت راشدہ کے صحیح نظام اسلامی پر پڑتی ہے تو اس کے احیا کے لیے ملت اسلامیہ کو ''بانگ درا'' میں ''دنیائے اسلام'' کے عنوان سے یوں پیام اجتہاد دیتے ہیں کہ:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

جب ہم علامہ اقبال کے اس نظریے کو آج کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو یہ ایک عین حقیقت بن کر دکھائی دیتا ہے عصر حاضر میں تمام اسلامی ممالک اسی نشاۃ ثانیہ کو حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

---

7 ڈاکٹر وحید قریشی، کتاب مذکورہ، ص 102

---

8 ''کلیات اقبال اردو'' (''بانگ درا'') ص 245

اقبال اور افغانی علامہ اقبال کے دل میں سید جمال الدین افغانی کے احترام کا اندازہ ان کی شہرہ آفاق فارسی تصنیف ''جاوید نامہ'' میں لگایا جا سکتا ہے جہاں ''فلک عطارد'' کے عنوان سے علامہ اقبال ''زندہ رود'' کی صورت میں اپنے پیر رومی کی قیادت میں جمال الدین افغانی اور ترک سالار سعید حلیم پاشا کی ارواح سے ملاقات کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے دیکھا کہ دو شخص قیام کی حالت میں ہیں ان میں سے سعید حلیم پاشا مقتدی ہیں اور ان کی امامت جمال الدین افغانی کر رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر پیر رومی کا چہرہ ذوق و سرور کی کیفیت سے چمک اٹھتا ہے پھر رومی نے فرمایا کہ مشرق نے ان دو شخصیتوں سے بہتر اور کوئی شخصیت

پیدا انہیں کی ان کے ناخن نے ہماری مشکلات کا عقد کھولا ہے اور جہاں تک سید السادات مولانا جمال الدین افغانی کا تعلق ہے ان کی گفتار میں وہ تاثیر ہے کہ سنگ و سفال بھی جی اٹھتے ہیں ان کے نطق میں وہ تاثیر ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ بھی وجد میں آ جائیں اور جبرائیل کی روح پاک بھی جھوم اٹھے ان کی تاثیر گویائی سے دل بھی سینے میں تڑپ اٹھتیں اور یہاں تک کہ قبروں سے مردے بھی شوالا اللہ کے ساتھ جی اٹھیں ان کی تقریر دھوئیں کو شعلہ اضطراب بخشتی ہے اور یہاں تک کہ حضرت داؤدؑ بھی سوز و مستی میں جھوم اٹھتے ہیں ان کی گفتار سے تمام غیاب و اسرار آشکارا ہو جاتے ہیں اور ام الکتاب یعنی قرآن گے رموز و نکات کے حجابات اٹھ جاتے ہیں ان تمام احساسات کا اظہار علامہ اقبال نے یوں کیا ہے:

رفتم و دیدم دو مرد اندر قیام
مقتدی تاتار و افغانی امام
پیر رومی ہر زماں اندر حضور
طلعتش بر آسافت از ذوق و سرور
گفت مشرق زیں دو کس بہتر نزاد
ناخن شاں عقدہ ہامے ما کشاد
سید السادات مولانا جمال
زندہ از گفتار او سنگ و سفال

تراتے کر وے خلیل آید بوجد

روح پاک جبرئیل آید بوجد!
دل ازو در سینہ گردو ناصبور
شور الا اللہ خیزد از قبور!
اضطراب شعلہ بخشد دود را
سوز و مستی می دہد داؤد را
آشکارا ہر غیاب از قرائش
بے حجاب ام الکتاب از فرائش!

جمال الدین افغانی کا ہی یہ شعلہ اضطراب تھا جس کی تڑپ نے علامہ اقبال کے دل کو ایسا گرمایا کہ انہوں نے برسوں سے سوئی ہوئی ملت اسلامیہ کو شور الا اللہ سے جگا ڈالا۔

اقبال اور عصر حاضر آج جب کہ چودھویں صدی ہجری کا اختتام اور پندرھویں صدی ہجری کا آغاز ہو رہا ہے اور ہم علامہ اقبال کے کلام و افکار کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اقبال نے ملت اسلامیہ کی رہ نمائی ایک بالغ النظر مفکر اسلام کی حیثیت سے کی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے افکار آج بھی ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ ہیں اقبال کی روح پاک آج بھی ملت اسلامیہ کو بابانگ دہل ''پیام مشرق'' میں ''نقش فرنگ'' کے عنوان سے یہ پیام دے رہی ہے

وقت آں است کہ آئین دگر تازہ کنیم
لوح دل پاک بشوئیم و زسر تازہ کنیم

یہاں لوح دل پاک بشستن کا پیام آج ہمارے اسلامی ممالک ایران و عراق

کے لیے وقت کی آواز بن کر دکھائی دے رہا ہے آج اقبال کی روح انہیں یہ پیام بھی دے رہی ہے کہ اے مسلم! اگر تو صاحب نظر ہے تو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ زندگی ایک جہان دگر کی تعمیر کرنے ۔

---

9 ''کلیات اقبال فارسی'' (''جاوید نامہ'') ص 60-61

---

10 ایضاً (''پیام مشرق'') ص 191

میں مصروف ہے جب کہ تو آپش میں ہی جنگ آزما ہے فرماتے ہیں

چشم بکشائے اگر چشم تو صاحب نظر است
زندگی در پے تعمیر جہان دگر است

اقبال کا آپٹیمزم (Optimism) یعنی (جائیت میں سمجھتا ہوں کہ اقبال کے ہاں رجائیت کا پہلو اس لیے ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اقبال کی نگاہ دوررس نے ملت اسلامیہ کی کیفیت کو ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے میں رکھ کر بغور دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ''پیام مشرق'' کی اس نظم بعنوان ''پیام'' میں فرماتے ہیں:

من دریں خاک کہن گوہر جاں می بینم
چشم ہر ذرہ چو انجم نگراں می بینم
دانہ ای را کہ بآغوش زمین است ہنوز
شاخ در شاخ برومند و جواں می بینم

انہیں کامل یقین تھا کہ فکر بیداری ملت اسلامیہ کا وہ بیج جو انہوں نے زمین میں بویا تھا آنے والے زمانے یعنی آج عصر حاضر میں انہیں خاک کہن ملت اسلامیہ میں نئی نسل شاخ در شاخ برومند و جوان دکھائی دے رہی تھی، اور انہیں پندرھویں

صدی ہجری کے مستقبل میں ملت اسلامیہ کے خاک کہن میں ہر ذرہ انجم کی طرح چمکتا اور دمکتا دکھائی دے رہا تھا آج ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہو رہی ہے۔

اقبال کا پیام عصر حاضر کے نام اس تمام بحث کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ علامہ اقبال کے افکار کے تراجم کر کے تمام اسلامی ممالک میں کثرت اور تیزی سے بھیجے جائیں، تاکہ اس ''اسلامی بلاک'' کا خواب، جو علامہ اقبال اور جمال الدین افغانی نے دیکھا تھا، عملی طور پر پورا ہو سکے۔ دراصل جمال الدین افغانی نے ''پین اسلامزم'' کی تحریک کا آغاز کیا تھا اور علامہ اقبال نے اس میں

---

11 ایضاً، ص 192 12 ایضاً

پیش رفت یہ کی کہ ملت اسلامیہ کی آنے والی نئی نسل کو ''اسلامی بلاک'' بنانے کے لیے ذہنی اور عملی طور پر تیار کر دیا ہے، اور عصر حاضر کی نوجوان نسل کے نام یہ پیغام ''بانگ درا'' میں ''طلوع اسلام'' کے عنوان سے یوں دیا ہے:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے!

یہ نکتہ سر گزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ہمیں خدائے ذوالجلال کی رحمت سے یقین کامل ہے کہ اگر آج بھی ملت اسلامیہ علامہ اقبال کے اس عالم گیر پیام پر عمل پیرا ہو تو یقیناً پندرھویں صدی ہجری کا سورج ''اسلامی بلاک'' کی سرزمین پر علامہ اقبال کی اس پیشین گوئی سے طلوع ہو گا۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے!

---

13 ''کلیات اقبال اردو'' (''بانگ درا'') ص 280-269

14 ایضاً، ص 195

☆☆☆☆☆☆

کتب بغرض تبصرہ

ناشرین اور مصنفین حضرات سے التماس ہے کہ اپنی انگریزی اور اردو کتابوں پر ''اقبال ریویو'' میں تبصرے کے لیے دو نسخے ارسال کیا کریں۔ ایک نسخہ تبصرہ نگار کے لے اور دوسرا اقبال اکادمی کی لائبریری کے لیے۔

کوشش کی جاتی ہے کہ تبصرے بعجلت ممکنہ شائع کیے جائیں، لیکن اس کا انحصار تبصرہ نگار کی فرصت پر ہوتا ہے

کتابیں مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کریں:

مدیر، اقبال ریویو

112 میکلوڈ روڈ لاہور

☆☆☆☆☆☆